ڈاکٹر خالد ظفر اللہ☆

علامہ محمد انور شاہ کشمیری

افکار علمیہ و خدمات دینیہ کا تاریخی و تحقیقی جائزہ

یہ مضمون علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی مختصر حیات اور ان کے افکار علمیہ و خدمات دینیہ کے تاریخی جائزے پر مشتمل ہے، اور اپنے موضوع پر نئے قارئین کو بنیادی معلومات فراہم کرتا ہے۔ گو کے اس کے تمام بیانات سے اتفاق مشکل ہے۔ مضمون کی اسی افادیت کے پیش نظر اسے شامل اشاعت کیا جارہا ہے۔ ادارہ

برصغیر کے نام ور حنفی محدث ممتاز عالم دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس مولانا محمد انور شاہ کشمیری کے آبا واجداد کا اصل وطن بغداد تھا دو سو سال بیشتر ہندوستان پہنچے مختلف مقامات پر قیام کے بعد کشمیر میں سکونت اختیار کی۔ یہاں پر دھواں علاقے لولاب میں ۲۷ شوال ۱۲۹۲ھ/ ۲۰ نومبر ۱۸۷۰ء بہ روز ہفتہ مولانا محمد انور شاہ کشمیری پیدا ہوئے۔

تعلیم کا آغاز پانچ سال کی عمر میں اپنے والد محترم معظم شاہ صاحب سے قرآن مجید پڑھنے سے ہوا۔ بعض فارسی کتب بھی والد صاحب سے پڑھیں۔

پھر مولانا غلام محمد سے صرف و نحو، فقہ و اصول فقہ سے متعلق عربی اور فارسی کی بعض کتب پڑھیں۔ ۱۳۰۵ھ میں کشمیر کے قریبی علاقے ہزارہ کی طرف تحصیل علم کی غرض سے رخت سفر باندھا۔(۱) ہزارہ میں جید اساتذہ سے قرآن اور فلسفے کے فنون پڑھے۔

۱۳۰۸ھ/۱۸۹۱ء میں ''دارالعلوم دیوبند'' چلے آئے یہاں پر چار سال کے عرصے میں مختلف علوم کی تحصیل نام ور اساتذہ مثلاً مولانا محمود حسن (۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۰ء) مولانا خلیل احمد سہارنپوری (۱۳۴۶ھ/ ۱۹۲۷ء) سے کی۔ اور ۲۰، ۲۱ برس کی عمر میں دورہ حدیث کے ساتھ ۱۳۱۳ھ میں فارغ

☆ایسوسی ایٹ پروفیسر۔ صدر شعبہ علوم اسلامیہ گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج، گوجرہ

التحصیل ہوئے۔

دیوبند کے قیام طالب علمی میں مدتوں پٹھان پورہ کی جامع مسجد میں امامت، حمام بھرنے، مسجد کی صفائی، صفیں بچھانے اور اٹھانے کا کام سرانجام دیتے رہے۔ (۲) (مساجد میں اپنے ہاتھوں سے صفائی یا دیگر کام کرنے کو عار سمجھنے والے مسلمان عموماً اور علمائے کرام خصوصاً توجہ فرمائیں زبانی فضائل کی بہ جائے عملی نمونہ پیش فرمائیں تا کہ تبلیغ موثر ٹھہرے) دار العلوم سے فراغت پر شیخ کشمیری گنگوہ تشریف لے گئے اور مولانا رشید احمد گنگوہی (۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء) سے حدیث کے علاوہ باطنی تعلیم بھی حاصل کی اور ان سے بیعت ہوئے۔ طب کی تعلیم کے لئے حکیم واصل خاں کی خدمت میں دہلی حاضر ہوئے۔ اور ان سے طب کی کتابیں پڑھیں۔ (۳)

علوم دینیہ اور طب کے علاوہ نجوم، رمل، موسیقی، کتابت، خطاطی اور بہت سے متداول اور غیر متداول فنون میں مہارت و واقفیت رکھتے تھے۔ بچپن میں انگریزی تعلیم بھی حاصل کی۔ (۴)

تعلیم سے فارغ ہو کر پہلے مدرسہ عبد الرب دہلی میں مدرس ہوئے یہاں مدرس ہونے پر بعض سوانح نگار متفق نہیں ہیں۔ بعد ازاں دہلی میں ہی مدرسہ امینیہ کے صدر مدرس مقرر ہوئے۔ یہاں پر آپ نے ۸ ربیع الاول ۱۳۱۹ھ تک خدمات سرانجام دیں۔ پھر والدہ کی وفات پر کشمیر چلے آئے۔ اصلاح اور فروغ تعلیم کی خاطر بارہ مولہ میں مدرسہ فیض عام کی بنیاد ڈالی اور یہاں پر تین سال تعلیمی خدمت اور تبلیغی سلسلہ جاری رکھا۔

۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء میں حج پر روانہ ہوئے۔ مکہ مکرمہ میں چند ہفتہ قیامؒ کے بعد مدینہ طیبہ پہنچے۔ یہاں پر مکتبہ شیخ الاسلام عارف حکمت الحسینی اور مکتبہ محمودیہ کے نادر ذخائر اور مخطوطات سے خوب استفادہ کیا۔ اسی دوران رسالہ حمیدیہ کے مصنف شیخ حسین بن محمد الجسر الطرابلسی (۱۳۲۷ھ/ ۱۹۰۹ء) سے سند حدیث حاصل کی۔ حرمین شریفین سے واپسی پر ۱۳۲۶ھ تک مدرسہ فیض عام میں تدریس جاری رکھی۔ ابنائے وطن کی ناقدری کے باعث مایوس و دل برداشتہ ہوئے۔ مدینہ طیبہ جا کر سکونت اختیار کرنے کی غرض سے کشمیر سے چل پڑے۔ استاد محترم مولانا محمود حسن کی الوداعی زیارت کی غرض سے دیوبند حاضر ہوئے اور اپنے پروگرام سے انہیں آگاہ کیا۔ لیکن انہوں نے دار العلوم دیوبند میں قیام کا حکم دیا۔ استاد کے حکم کی تعمیل میں اپنا ارادہ ترک کر دیا اور یہاں پر تدریس شروع کر دی۔ حتیٰ کہ دار العلوم کے صدر مدرس اور شیخ الحدیث ٹھہرے۔ ان کے زمانہ صدارت میں دار العلوم کی شہرت بہت پھیل گئی۔ ہند اور بیرون ہند دور دراز سے طلبہ

ان کے پاس شرف تلمذ پاتے رہے۔ دارالعلوم والوں نے دیو بند میں آپ کے قیام کو یقینی اور دائمی بنانے کی خاطر یہاں پر آپ کی شادی کردی۔ شیخ کشمیری کے دو بیٹے انظر شاہ مسعودی اور اظہر شاہ قیصر اپنے والد کی طرح دارالعلوم دیو بند میں مسند تدریس پر فائز ہوئے۔

۲۷ ربیع الاول ۱۳۳۰ھ/ ۱۵ اپریل ۱۹۱۲ء کو علامہ رشید رضا مصری (۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء) دیو بند تشریف لائے۔ ان کی آمد پر شیخ کشمیری نے بزبان عربی ایک تقریر میں علماء دیو بند اور مسلک دیو بند کا تعارف کروایا۔ دارالعلوم کے اساسی مقاصد سے آگاہ کیا۔ اسی تقریر میں تحقیق مناط، تنقیح مناط اور تخریج مناط جیسے اہم فقہی مسائل پر روشنی ڈالی۔ (۵)

دارالعلوم دیو بند میں آپ کی تدریسی و دیگر مصروفیات جاری تھیں کہ انتظامیہ سے بعض اختلافات کے نتیجے میں دیو بند چھوڑنا پڑا۔ ۱۳۴۵ھ میں استعفیٰ دے دیا۔ ذوالحجہ ۱۳۴۶ھ میں کئی ایک علما اور کئی سو طلبہ کے ساتھ ڈابھیل چلے گئے۔ یہاں پر الجامعہ الاسلامیہ میں ۱۳۵۱ھ/ ۱۹۳۱ء تک پانچ سال تعلیم و تدریس کا مشغلہ جاری رکھا۔ تالیف و تصنیف اور نشر و اشاعت کی غرض سے المجلس العلمی ڈابھیل بھی قائم کی۔

ڈابھیل میں خرابی صحت کی بنا پر دیو بند شہر چلے آئے اور یہاں پر ۱۳۵۲ھ/ ۱۹۳۳ء کو وفات پائی۔ (٦) اور دیو بند ہی میں دفن کئے گئے۔

شیخ کشمیری کے طلبہ کی تعداد سیکڑوں سے متجاوز ہے۔ چند ایک نمایاں نام درج ذیل ہیں۔

مولانا بدر عالم میرٹھی (۱۳۸۴ھ/ ۱۹۶۵ء)

مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی (۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۲ء)

مولانا مناظر احسن گیلانی (۱۳۷۵ھ/ ۱۹۵٦ء)

مولانا احمد رضا بجنوری

مولانا محمد چراغ علی

مولانا محمد یوسف بنوری (۱۳۹۷ھ/ ۱۹۷۷ء)

مولانا محمد ادریس کاندھلوی (۱۳۹۴ھ/ ۱۹۷۴ء)

مولانا وغیرہ وغیرہ۔

عقائد و افکار

شیخ کشمیری عقائد میں نور محمدی اور اس کے اول الخلق ہونے (۷) نیز حیات النبی کے بھی قائل تھے۔(۸) نزول مسیح پر کتابیں لکھی ہیں۔

قرآن میں حقیقی طور پر نسخ کے قائل نہ تھے۔ ان کے نزدیک قرآن متلو میں کوئی منسوخ چیز ایسی نہیں کہ اس کا کوئی محل ہی نہ نکل سکے بل کہ اس کا حکم کسی مرتبہ میں مشروع ضرور رہے گا۔(۹)

مطالعہ وتدریس حدیث میں عمر بسر کی۔ شاہ صاحب کی عام شہرت بے نظیر قوت حافظہ اور یاداشت کی غیر معمولی صلاحیت کی بنیادوں پر ہے۔ درس حدیث میں حافظے کا بھرپور مظاہرہ ہوتا تھا۔ شروحات حدیث، رجال، تاریخ و دیگر کتب سے باحوالہ درس حدیث تک محدود نہ تھا بل کہ فقہ، تاریخ، ادب، کلام، فلسفہ، منطق، ہیت، ریاضی، سائنس غرض کہ تمام علوم جدیدہ وقدیمہ پر مشتمل ہوتا۔(۱۰)

حدیث کے میدان میں ان کے نزدیک تواتر کی درج ذیل چار اقسام ہیں:

۱۔تواتر الاسناد

۲۔تواتر الطبقہ

۳۔تواتر العمل والتوارث

۴۔تواتر القدر المشترک (۱۱)

ان کے نزدیک حدیث صحیح کی بھی چار اقسام تھیں۔(۱۲)

ان کی پہلی قسم تو معروف ہے یعنی ثقہ، عادل، کامل الضبط رواۃ کی نقل کردہ روایت جس پر سلف کا عمل ہو۔

دوسری قسم بلند پایہ محدثین کی تصحیح کردہ ہے۔

تیسری قسم صحیح کے دعوی والتزام کے ساتھ تالیف کردہ کتب حدیث مثلاً صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن السکن، صحیح ابن حبان، صحیح ابن عوانہ وغیرہ کی جملہ روایات

اور چوتھی قسم حسن روایت کے راوی پر جرح نہ ہو اور وہ ثقہ ہو۔

یہ آخری دو قسمیں اصول حدیث میں اضافہ ہیں۔ کتب حدیث کے وسیع صاحب مطالعہ، علوم حدیث سے خوب باخبر اور منفرد اذکار حدیث کے مالک ہونے کے باوجود بعض مقامات پر موضوع احادیث بہ طور دلیل نقل کرنا بڑا باعث حیرت واستعجاب ہے، جیسا کہ شیخ ابوغدہ (۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۶ء) نے بھی نشان دہی کی ہے۔(۱۳)

متجددین اور منکرین حدیث کے لئے پریشان کن قسم کی احادیث بلا تاویل مانتے تھے، مثلاً عورت، کتا اور گدھا، نمازی کا اللہ سے ارتباط ٹوٹنے کے معنوں میں مانتے تھے۔ (۱۴) افعال النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں عبادت اور عادت کا فرق ملحوظ خاطر رکھتے تھے۔ (۱۵) تدریس حدیث میں فقہ حنفی کی تائید و ترجیح کا رجحان غالب رہتا۔ طلبہ کے دماغوں میں ربع صدی سے زائد یہ حقیقت بساتے رہے کہ ''فقہ حدیث کے موافق ہے مخالف قطعاً نہیں''۔ (۱۶) اپنے اس رجحان یا طرز فکر کے اثبات یا دفاع میں اگر ایک ایک حدیث پر سال ہا سال غور و فکر کرنا پڑا تو سال ہا سال کے غور فکر کے بعد کوئی نہ کوئی جواب پا کر دم لیتے۔ مثلاً حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت :

كان يوتر بر كعته و كان يتكلم

فقہ حنفی کے خلاف گردانتے ہوئے ۱۴ سال غور و فکر کے بعد شافی و کافی جواب پانے کے بعد مطمئن ہوئے :

وقد مكثت نحوا ربع عشرة لتفكر فيه ثم سنح لي جواب يشفي ويكفي (۱۷)

فقہ حنفی کو موافق حدیث بیان کرنے میں مولانا انور شاہ کشمیری بڑے کامیاب رہے ہیں۔ اس فکر کے نتیجے میں حدیث کی مدد سے تحفظ دفاع حنفیت میں علمائے احناف کی طرف سے حدیث کے میدان میں ایک طویل تصنیفی سلسلہ چل نکلا ہے۔ جو اس سے قبل اس قدر عام نہیں تھا۔ اصول حدیث پر کوئی کتاب نہ تھی۔ شروحات و حواشی قدرے پائے جاتے تھے لیکن اب بڑے پیمانے پر نئی نئی کتابیں لکھی جا رہی ہیں۔ حنفی فکر کے ترجمان تراجم، حواشی، شروحات کے ساتھ ساتھ تحقیق و تعلیق کے میدان میں بھی کام بہت آگے بڑھ چکا ہے۔ اس طرح یہ دفاعی فکر، حدیث کے میدان میں بہت سے لٹریچر کے معرض وجود میں آنے کا باعث بنی ہے۔

مولانا انور شاہ کشمیری تقلید شخصی کو ضروری سمجھتے تھے، ان کے خیال میں غیر منصوص مسائل میں تقلید ضروری ہے ورنہ دین صریح تناقض میں آ جائے گا اور عمل خواہشات کے موافق رہ جائے گا جیسے غیر مقلد کرتے ہیں۔ (۱۸) تقلید شخصی کو ضروری سمجھنے کی فکر کا نتیجہ تھا کہ بہ بقول ان کے الحمدللہ میں کسی فن میں کسی کا مقلد نہیں ہوں ہر فن میں میری مستقل رائے ہے بہ جز فقہ کے کہ فقہ میں کوئی رائے نہیں رکھتا صرف امام اعظم کا مقلد ہوں۔ (۱۹)

فقہ حنفی کے لئے انہیں لاریب مجدد گردانا جاتا ہے۔ خود کہا کرتے تھے'' خدا تعالیٰ نے مجھے

اس عہد میں حنفیت کے استحکام کے لئے پیدا کیا ہے''۔ایک موقعے پر یہ بھی فرمایا کہ''میں نے حنفیت کو اس درجے مستحکم کر دیا کہ اب ان شاء اللہ سو سال تک اس میں کوئی اضمحلال پیدا نہیں ہو سکتا''۔(۲۰)

شیخ کشمیری کے حنفیت کو سنبھالا دینے اور بہ قول ان کے سو سال کے لئے اپنی بنیادوں پر مستحکم کر دینے کا نتیجہ یہ رہا کہ دارالعلوم دیوبند کے اساسی مقاصد میں سے ایک اہم مقصد یعنی''حنفیت کا دفاع'' کا حق تو خوب ادا کر دیا۔اپنے معتقدین اور طلبہ کو اس فکر پر پختہ و کاربند کرنے میں عمر عزیز کا بیشتر حصہ صرف کر چکنے کے بعد جب شیخ کشمیری نے عمر رفتہ کی کارکردگی پر نگاہ دوڑائی تو بہ قول مفتی محمد شفیع (۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء) انتہائی پریشانی اور پشیمانی کے عالم میں سر پکڑے بیٹھے تھے اور فرمایا: ہماری عمر کا، ہماری تقریروں کا اور ہماری ساری کدوکاوش کا خلاصہ یہ رہا کہ دوسرے مسلکوں پر حنفیت کی ترجیح قائم کر دیں۔اب غور کرتا ہوں کس کام میں عمر برباد کر دی۔(۲۱)

منسوبین دارالعلوم دیوبند میں سے مولانا عبیداللہ سندھی (۱۳۶۳ھ/۱۹۴۴ء) کی تحریریں ایسی کاوشوں کو شاہ ولی اللہ (۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء) کی تطبیقی فکر کے لئے راہ ہموار کرنے کی بہ جائے انہیں مسدود کرنے والی کاوشیں شمار کرتی ہیں۔خود شاہ صاحب بھی عمر رفتہ کی کارکردگی پر شاداں و فرحاں نہیں تھے۔امت مسلمہ کی اجتماعیت اور اصلاح احوال کے لئے شاہ ولی اللہ کی تطبیقی فکر کے لئے راہیں آسان کرنا مفید مطلب ہے یا نہیں؟ ارباب علم و فضل اور اہل حل و عقد سے راہ نمائی کے طالب ہیں۔اے کاش ان کی آخری عمر کی یہ پشیمانی اور فکر تمام مسلمانوں کو نصیب ہو جائے اور کرنے کے اصلی کام کی طرف امت مسلمہ متوجہ ہو۔

علاوہ ازیں فلسفہ اور کلام کے میدان میں بھی ان کا مقام بلند تھا شیخ کشمیری کے رسالے ضرب الخاتم علی حدوث العالم کو دیکھ کر اس میدان کی عظیم ہستی مصطفیٰ صبری التوقادی (۱۳۷۳ھ/۱۹۵۴ء) نے کہا تھا کہ میں اس رسالے کو صدرالدین شیرازی کے اسفار اربعہ پر ترجیح دیتا ہوں اور مجھے اس کا شبہ تک بھی نہ تھا کہ کسی ہندی عالم کی نظر ان خشک فلسفیانہ مضامین پر اس قدر عمیق ہو گی۔عظیم فلسفی شاعر علامہ اقبال (۱۳۵۷ھ/ ۱۹۳۸ء) بھی مشکل مقامات فلسفہ پر ان سے ہی رجوع کیا کرتے تھے۔علاوہ ازیں فقہ کی تدوین نو کے انقلابی پروگرام کے لئے بھی آپ کی نظر انتخاب شیخ کشمیری پر ہی تھی۔

تصوف کی دنیا سے الگ نہ رہے، اپنے والد کے علاوہ اپنے اساتذہ مولانا رشید احمد گنگوہی

اور مولانا محمود حسن سے بھی اجازت رکھتے تھے۔سلوک وتصوف کے معمولات پاس انفاس وغیرہ کا اہتمام تھا۔ان کے بہ قول ''مجدد الف ثانی کے مزار پُرانوار پر مراقب ہوا''۔(۲۲) اسی مراقبے کے نتیجے میں حافظ ابن حجر (۸۵۲ھ/۱۱۶۲ء) کو دفاع حنفیت میں تنقید کا نشانہ بنانا جائز ٹھہرالیا تھا مسترشدین کے ذوق اور باطنی صلاحیتوں کے مطابق سہروردی، نقشبندی چشتی طریق پر اشغال کی تعلیم دیتے۔ بیعت کا سلسلہ دراز نہیں ہے، تاہم کشمیر میں بہ کثرت لوگ آپ کے مرید ہوئے تھے۔

اپنے دور کے فتنہ قادنیت کی فتنہ انگیزیوں پر نگاہ رکھتے تھے۔عمر کے آخری دور میں شاہ صاحب کی توجہ قادیانیت کی تردید وابطال پر مرکوز ہوگئی تھی۔ انہوں اپنے شاگردوں کو تبلیغ و اشاعت اور تصنیف و تالیف سے اس کے مقابلے کی دعوت دی۔علامہ اقبال نے شاہ صاحب کی تحریک پر اپنا مبسوط مقالہ Islam and Ahmadism لکھا۔

۲۵ اکتوبر ۱۹۳۲ء کو مشہور عام مقدمہ بہاول پور میں بہاول پور کی عدالت میں تکفیر مرزائیت کے ثبوت میں مندرجہ ذیل پانچ بنیادوں پر متواتر پانچ روز بیان دیا:

۱۔دعویٰ نبوت

۲۔ دعویٰ شریعت

۳۔توہین انبیاء علیہم السلام

۴۔انکار متواترات وضروریات

۵۔سَبّ انبیاء علیہم السلام

برصغیر میں برطانوی راج میں مسلمانوں پر انگریزوں کے مظالم کے خلاف جذبات رکھتے تھے جو وقتاً فوقتاً دروس میں ظاہر ہوتے رہتے تھے۔۱۹۲۷ء جمیۃ علمائے ہند کے اجلاس منعقدہ پشاور کی صدارت کی اور اس میں برطانوی پالیسی پر کھلم کھلا تنقید کی۔

تصانیف

شیخ کشمیری کی تصانیف تین زبانوں (عربی۔فارسی۔اردو) میں اور تین قسم کی ہیں۔

الف۔امالی۔ یہ کتابیں درحقیقت دوران تدریس طلبہ کے جمع کردہ نوٹ ہیں جن میں سے بعض کتابی شکل میں شائع ہوچکے ہیں۔

ب۔ تصانیف۔طبع زاد تالیف کردہ کتب

ج۔ تلخیص وحواشی۔بعض کتابوں پر شیخ کشمیری کے حواشی پائے جاتے ہیں اور بعض کتابوں کی تلخیص بھی کی ہے۔ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ فیض الباری علی صحیح البخاری (مطبوع) شیخ بدر عالم میرٹھی نے تحریر وتدوین کا فریضہ سرانجام دیا

۲۔ امالی علی صحیح مسلم (غیر مطبوع) مولانا مناظر احسن گیلانی نے جمع کی۔

۳۔ انوار المحمود فی شرح سنن ابی داؤد (مطبوع) مولانا محمد صدیق نجیب آبادی

۴۔ العرف الشذی علی جامع الترمذی (مطبوع) مولانا محمد چراغ نے جمع کیا۔

۵۔ حاشیہ علی سنن ابن ماجہ (غیر مطبوع) غالباً ضائع ہو چکا ہے۔

۶۔ مشکلات القرآن (مطبوع)

۷۔ الملحدین فی ضروریات الدین (مطبوع)

۸۔ خاتم النبیین (مطبوع)

۹۔ دعوت حفظ ایمان (مطبوع)

۱۰۔ فتنہ مرزائیت (مطبوع)

۱۱۔ صدع النقاب عن جساسۃ الفناب۔القادیانی (نظم) (مطبوع)

۱۲۔ عقیدۃ الاسلام بحیاۃ عیسی علیہ السلام (مطبوع)

۱۳۔ تحیۃ الاسلام فی حیاۃ عیسیٰ علیہ السلام (مطبوع) عقیدۃ السلام کا حاشیہ ہے۔

۱۴۔ التصریح بما تواتر فی نزول المسیح (مطبوع) شیخ عبد الفتاح ابو غدہ کی تحقیق وتعلیق کے ساتھ کئی ایک ایڈیشن چھپ چکے ہیں (پانچواں ایڈیشن، بیروت،۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء)

۱۵۔ اینا س باتیان الیاس علیہ السلام (مطبوع)

۱۶۔ مرقاہ الطارم لحدوث العالم (مطبوع)

۱۷۔ ضرب الخاتم علی حدوث العالم (مطبوع)

۱۸۔ کتاب فی الذب عن قرۃ العین

۱۹۔ سہم الغیب فی کبد اھل الریب (مطبوع)

۲۰۔ فضل الخطاب فی مسئلۃ ام الکتاب (مطبوع)

۲۱۔ خاتمہ الخطاب فی فاتحہ الکتاب

۲۲۔ نیل الفرقدین فی رفع الیدین (مطبوع)

۲۳۔ بسط الیدین لنیل الفرقدین (مطبوع) نیل الفرقدین کا حاشیہ ہے۔

۲۴۔ کشف الستر عن صلاۃ الوتر (مطبوع) (۲۳)

۲۵۔ الاتحاف لمذہب الاحناف (فوٹو کاپی مطبوع) ظہیر احسن نیموی (۱۳۱۵ھ/ ۱۹۰۷ء) کی آثار السنن پر تعلیقات وحواشی ہیں۔

۲۶۔ النور الفائض علی نظم الفرائض (مطبوع): علم میراث پر ۱۹۲اشعار بزبان فارسی

۲۷۔ خزائن الاسرار (مطبوع) دمیری کی ''حیاۃ الحیوان'' کے بعض اہم مقامات کی تلخیص ہے

۲۸۔ رسالہ فی الھیئۃ

۲۹۔ رسالہ فی مسئلۃ من الھندسہ وعلم المرایا والمناظر

۳۰۔ رسالہ فی حقیقۃ العلم

۳۱۔ رسالہ فی مسئلۃ یا شیخ عبد القادر شیاءللہ

۳۲۔ رسالہ فی مسئلۃ الذبیحہ بغیر اللہ

۳۳۔ رسالہ فی علم المعانی

۳۴۔ مقامات ادبیۃ علی نہج مقامات الحریری۔ منقوطہ وغیر منقوطہ

۳۵۔ حواشی علی ''الاشباہ والنظائر لابن نجیم

۳۶۔ رسالہ فی مسئلۃ صلاۃ الجمعہ والجمعہ واختلاف الأمۃ فی شروط ادائھا

۳۷۔ حواش علی حواشی الزاھدیہ علی شرح القطبیہ

۳۸۔ تلخیص امام الکلام للعلامہ عبد الحیٔ

۳۹۔ تلخیص ادلۃ الحنفیۃ من فتح القدیر لابن الھمام (وصل فیہ الی کتاب الحج)

حواشی وحوالہ جات

۱۔ انظر شاہ مسعودی۔ نقش دوام۔ لاہور، ۱۹۸۹ء: ص ۲۷

۲۔ مسعودی۔ نقش دوام: ص ۳۰

۳۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ۔ پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۱۹۸۶ء: ج ۱۹، ص ۳۷۶

۴۔ نقش دوام: ص ۲۱۱ (حاشیہ)

۵۔ ماہنامہ الرشید۔ لاہور: ج ۴، ش ۲۔۳، (دارالعلوم دیوبند نمبر) ص ۲۳۶۔۲۵۰ (تقریر کا عربی

متن نیز اردو ترجمہ مع حواشی از مفتی سیاح الدین کاکاخیل

۶۔ عبدالحیٔ الحسنی ۔نزھۃ الخواطر۔کراچی، ۱۹۷۶ء: ج ۸،ص ۸۲

☆ نقش دوام :ص ۵۱ کے مطابق سن وفات ۱۳۵۲ھ ہے جب کہ محمد یوسف بنوری، نفحۃ العنبر ۔کراچی، ۱۹۶۹ء ص ۱۹ کے مطابق ۱۳۵۳ھ ہے۔اور مولانا عبدالقدوس ہاشمی نے تقویم تاریخی، اسلام آباد، ۱۹۸۷ء میں ۱۳۵۱ھ کے تحت تاریخ وفات درج کی ہے۔دیکھئے :ص ۳۳۸

۷۔ سید احمد رضا بجنوری، ملفوظات محدث کشمیری :ص ۲۰۲

۸۔ بجنوری، ملفوظات : ۳۱۵

۹۔ نقش دوام، ص ۳۶۱

۱۰۔ ماہنامہ الرشید۔دارالعلوم دیوبند نمبر :ص ۳۱۲

۱۱۔ بنوری۔نفحۃ العنبر :ص ۱۴۲۔۱۴۳

۱۲۔ نفحۃ العنبر :ص ۱۴۴۔۱۴۵

۱۳۔ محمد انور شاہ کشمیری۔التصریح بما تواتر فی نزول المسیح ۔بیروت ۱۹۹۲ء :ص ۲۱۴۔۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۶، ۲۴۳

۱۴۔ محمد انور شاہ کشمیری۔فیض الباری۔قاہرہ، ۱۹۳۸ء: ج ۲،ص ۸۷

۱۵۔ کشمیری۔فیض الباری، ج ۲،ص ۵۶، ۲۱۱۔۲۱۲، ۴۰۶

۱۶۔ نقش دوام :ص ۱۷۵

۱۷۔ کشمیری۔فیض الباری: ج ۲،ص ۳۷۵

۱۸۔ بجنوری۔ملفوظات :ص ۲۲۳۔۲۲۴

۱۹۔ نقش دوام :ص ۱۴۴

۲۰۔ نقش دوام :ص ۱۷۳

۲۱۔ مفتی محمد شفیع۔وحدت امت۔لاہور، ۱۹۸۵ء :ص ۱۳۔۱۵

۲۲۔ نقش دوام :ص ۱۴۴

۲۳۔ رسالہ نمبر ۶، ۷، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۲۰، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۱۲۴ المجلس العلمی ۔کراچی کے تحت چار جلدوں میں ''مجموعہ رسائل الکشمیری'' کے نام سے ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۶ء میں ایک ساتھ شائع ہو چکے ہیں۔